حاملان قرآن

شیخ خیرالدین عمادی

اشرب هنيئاً، عليك لنوهر تفعاً من السموات دار امنك محلا لا

تلك المكارم لا قعبان من لبنٍ شيبا بماء فعادا بعد ابوالا

(از)

جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی، بی ایس سی (علیگ)

احمد نام خیرالدین خطاب، خیر دین جبین روشن سے مستبین، حضرت شیخ عبدالسلام قلندر سے اجازت خلافت حاصل تھی، ہمیشہ مست حق رہا کرتے تھے، آپ کے عہد میں امر توا ولولۂ تہلیل وغلغلۂ تکبیر و زمزمۂ تسبیح سے ہر وقت معمور رہتا، طلاب و مریدین کا ایک جم غفیر مدرسہ اور خانقاہ میں ہر آن ذاکر حق رہتا، جوار کے مشرکین و کفار کی حمیت جاہلیت وعصبیت وثنیت میں حرکت آئی اور ایک ناگہانی شبخون میں تمام اہل ذکر سے اس معمورہ کو خالی کرا لیا، شیخ نے پاینده پور میں اقامت اختیار کی جو مرزا پاینده بیگ کا آباد کردہ ہے کہ دولت شرقیہ کے معارف ملوک میں تھے، انھیں اشراف ملوک میں آپ نے شادی بھی کی اور وہیں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

حلقۂ درس کلام اللہ پر مقصور تھا جس کا ہر حال میں التزام رہتا، حالت جلا میں بھی جلائے معانی و تجلیۂ مبانی کا شغل نہ چھوٹتا، ایک ایسے ہی موقع پر جب کہ طبیعت کی گرفتگی نے افسردگی کا تمام سامان فراہم کر رکھا تھا ایک مستفید نے یہ آیت تلاوت کی۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَ جو وحی تجھ پر نازل ہوتی ہے شاید تو اس میں سے کچھ چھوڑ دینے

ضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَّ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

والا ہے سینہ کی تنگی میں مبتلا ہونے والا ہے۔ یہ اس بنا پر کہ کفار کہتے ہیں اس پیغمبر پر کوئی خزانہ کیوں نہ اترا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔ اے پیغمبر تیری حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ تو ایک ڈرانے والا ہے وہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز پر نگہبان ہے۔[1]

ترک تبلیغ وحی عرض کی: پیغمبر کا مقدس فریضہ ہے کہ جو وحی الٰہی اس پر نازل ہو تمام و کمال قوم تک پہنچا دے کوئی مصلحت اس میں تہاون کی روادار نہیں ہو سکتی، ایسی خیانت جب کسی پیغمبر سے ہو ہی نہیں سکتی تو اس پر تنبیہ لاحاصل ہے۔ فرمایا:-

انھم کانوا لایعتقدون بالقرآن و یتھاونون بہ فکان یضیق صدر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ان یلقی الیھم مالا یقبلونہ ویضحکون منہ فھیجہ اللہ تعالیٰ لاداء الرسالۃ وطرح المبالاۃ بکلماتھم الفاسدۃ وترک الالتفات الی استھزائھم۔

کفار کو قرآن کریم پر اعتقاد نہ تھا اس کے ساتھ سبکی پیش آتے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل تنگ ہو جاتے کہ جو آن پر پیش کرتے ہیں مانتے ہی نہیں ہنسی اڑاتے ہیں اس دل تنگی کا اثر زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو برانگیختہ کیا کہ فریضہ رسالت ادا کرنے میں کفار کی پروا نہ کریں اور ان کے استہزاء و تمسخر کی جانب ملتفت ہی نہ ہوں۔

تحمل ضرر والغرض منہ التنبیہ علی انہ ان ادی ذلک الوحی وقع فی سخریتھم وسفاھتھم وان لم یؤد ذلک الوحی الیھم وقع فی ترک وحی اللہ تعالیٰ وفی ایقاع الخیانۃ فاذًا لابد من تحمل احد

غرض یہ ہے کہ پیغمبر اچھی طرح متنبہ ہو جائیں کہ دو صورتوں میں سے ایک صورت بہرحال واقع ہوگی، اگر وحی الٰہی کا فرض ادا کیا تو کفار کے تمسخر و سفاہت کا نشانہ بننا پڑا اور اگر یہ فرض ادا نہ کیا تو وحی الٰہی کو ترک اور اس میں خیانت کرنی پڑی، یہ دونوں ضرر ہیں اور ان

[1] واللہ علی کل شیٔ وکیل میں وکیل کا ترجمہ نگہبان ہے جس میں تصریح ہے کہ معنی "وکیل" "حفیظ" ای یحفظ علیھم اعمالھم ویجازیھم بھا"

الضررین وتحمل ضرر سفاهتهم اسهل من تحمل ایقاع الخیانة فی وحی اللہ تعالیٰ۔	دونوں میں سے کسی ایک کو جب برداشت کرنا ہی ہے تو اللہ کی وحی میں خیانت کرنے کی مضرت برداشت کرنے سے یہ کہیں زیادہ آسان ہے کہ کفار کی سفاہت برداشت کر لی جائے
اختیار اھون البلیتین | وفی ذکر ھذا الکلام التنبیہ علی ھذہ الدقیقہ الانسان اذا علم ان کل واحد من طرفی الفعل والترك یشتمل علی ضرر عظیم ثم علم ان الضرر فی جانب الترك اعظم واقوی سهل علیہ ذالك الفعل وخف۔	نشائے کلام یہ ہے کہ یہ باریکی تاریکی میں نہ رہے اور اس پر تنبیہ ہو جائے' انسان کو جب یہ علم ہوتا ہے کہ فعل و ترک فعل دونوں میں ضرر تو ہے مگر فعل سے ترک فعل کا ضرر بڑھا ہوا ہے تو فعل اس پر آسان و سبک ہو جاتا ہے

کلمۂ شک | عرض کی :۔ آیت کی ابتدا فلعلك سے ہوئی ہے لعلّ (شاید) کلمۂ شک ہے پھر یہاں محل شک کیا ہے ؟ فرمایا :۔

المراد منها الزجر والعرب تقول للرجل اذا ارادوا ابعادہ عن امر لعلك تقدران تفعل کذا مع انہ لاشك فیہ ویقول لولدہ لو امرہ لعلك تقصر فیما امرتك بہ ویرید توکید الامر فمعناہ لاتترك۔	لعلّ (شاید) سے زجر مراد ہے جب کسی شئے سے کسی کو ہٹانا چاہتے ہیں تو محاورہ عرب میں کہتے ہیں لعلك تقدر ان تفعل کذا (شاید تم ایسا کر سکو) حالانکہ اس میں شک کی مطلق گنجایش نہیں' اسی طرح بیٹے کو کہیں گے۔ لعلّك تقصر فیما امرتك بہ (میں نے تمھیں جو حکم دیا ہے شاید تم اس میں کوتاہی کرو) مطلب صرف تاکید ہے یعنی خبردار اس کو ترک نہ کرنا۔

ضیق صدر | عرض کی :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انشراح سلم' جس کو شرح صدر حاصل ہو اس کے ساتھ

ضیق صدر کی نسبت کیسی؟ فرمایا:-

الضائق فی قوله تعالی وضائقٌ بہٖ صدرك بمعنی الضیق والفرق بینهما ان الضائق یکون بضیق عارض غیر لازم لان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان افسح الناس صدرا ومثله قولك زید سید جواد ترید السیادة والجود الثابتین المستقرین فیه فاذا اردت الحدوث قلت سائد وجائد والمعنی ضائق صدرك لاجل ان یقولوا لولا انزل علیه ـ

اللہ تعالیٰ نے جہاں ضائق بہٖ صدرک (اس کی وجہ سے کیا تم اپنے سینہ میں تنگی لانا چاہتے ہو) فرمایا وہاں ضائق کے معنی ضیق ہی کے ہیں البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ضائق وہ ہے جو کسی عارضی ضیق میں مبتلا ہو گیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی فراخ سینہ و کشادہ دل تھے، کسی ضیق کا آپ کے ساتھ لزوم ممکن نہ تھا اس کی مثال یوں ہے کہ زید کو سید اور جواد کہیں مطلب یہ ہوگا کہ سیادت و جود کے صفات زید میں اس طرح ثبات و استقرار رکھتے ہیں کہ ہٹائے ہٹ نہیں سکتے لیکن اگر عارضی سیادت و جود کا تذکرہ مقصود ہو تو سائد و جائد کہیں گے سید و جواد نہ کہیں گے آیت کے معنی یہ ہیں کہ محض اتنی بات سے کہ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر پر کوئی خزانہ کیوں نہ اترا تم اپنے سینہ میں کچھ دیر کے لیے ضیق و تنگی کو راہ دینے والے ہو؟

تحدی کی صورتیں عرض کی۔ اسی کے بعد یہ آیت ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ـ

یا یہ کہیں کہ قرآن کو پیغمبر نے خود تصنیف کر کے اللہ پر افترا کیا ہے، کہو کہ یہی بات ہے تو ایسی ہی دس سورتیں تم بھی بنا کے لاؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو بلاؤ اپنا شریک بناؤ اگر تم سچے ہو۔

اس آیت میں کفار کو تحدی (چیلنج) کی گئی ہے کہ قرآن کریم کو اگر تم کلام اللہ نہیں مانتے تو جیسی دس قرآنی

سورتیں ہیں ایسی ہی تم بھی دس سورتیں بنا لاؤ۔ کیا قرآن کریم کی یہ کوئی خاص سورتیں تھیں یا عام حکم تھا؟ فرمایا:۔

هذه السور التی وقع بها هذا التحدی معینة وهی سورة البقرة وال عمران والنساء والمائدة والانعام والاعراف والانفال والتوبة ویونس وهود علیهما السلام۔

یہ سورتیں جن پر تحدی واقع ہوئی معین و مقرر تھیں یعنی سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، انفال، توبہ، یونسؑ، ہودؑ۔

هذه السورة مکیة وبعض السور المتقدمة علی هذه السورة مدنیة فکیف یمکن ان یکون المراد من هذه العشر سور التی ما نزلت عند هذا الکلام فالاولی ان یقال التحدی وقع بمطلق السور۔

یہ سورۂ ہود کی آیت ہے، سورہ ہودؑ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا تھا، تحدی کے لیے جو سورتیں مقرر کی گئیں ان میں بعض ایسی ہیں کہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں، کیسے ممکن ہے کہ جو سورۃ ہنوز نازل ہی نہ ہوئی ہو اس کو تحدی میں پیش کیا جائے، بہتر یہی قول ہے کہ تحدی عام تھی کسی سورت کی تخصیص نہ تھی۔

ایک کے بعد دس یا دس کے بعد ایک؟ عرض کی:۔ سورۂ ہودؑ سے پہلے سورہ بقرہ اور سورۂ یونسؑ ہے جن میں ایک ہی سورۃ بنا لانے کی تحدی کی گئی ہے، پھر یہاں دس سورۃ کی تحدی کیسی؟ فرمایا:۔

ان التحدی بعشر سور سابق علی التحدی بسورة واحدة وهو مثل ان یقول الرجل لغیره اکتب عشرة اسطر مثل ما اکتب فاذا ظهر عجزه عنه قال قد اقتصرت

پہلے دس سورتوں کی تحدی کی پھر ایک سورۃ کی جیسے کوئی کسی سے کہے کہ میری ہی طرح تم بھی دس سطریں لکھ تو لاؤ، جب حریف ایسا نہ کر سکے تو پھر کہے اچھا ایسی ایک ہی سطر سہی، ایک سورت کی تحدی سورہ بقرہ اور سورہ یونسؑ

منها علی سطر واحد مثله فالتحدی	میں ہے لیکن یہ سورہ (سورہ ہودؑ) ظاہر ہے کہ سورہ بقرہ
بالسورۃ الواحدۃ ورد فی سورۃ	پر متقدم ہے اس سورت کا نزول مکۂ مبارکہ میں ہوا اور
البقرۃ وفی سورۃ یونسؑ اما تقدم	بقرہ مدینہ امینہ میں اتری تھی رہی یہ بات کہ سورہ ہودؑ کی
ھذہ السورۃ علی سورۃ البقرۃ فظاھر	طرح سورہ یونس بھی مکی ہے، یہاں بھی اعتراض قائم نہیں
لان ھذہ السورۃ مکیۃ واما فی سورۃ یونسؑ فا	رہتا، اس لیے کہ دونوں سورتیں مکہ شریفہ ہی میں نازل
لاشکال ازیل ایضاً لان کل واحدۃ من ھاتین	ہوئیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سورۂ ہودؑ
السورتین مکیۃ ویظھران تکون سورۃ ھود متقدمۃ	کا نزول ہوا پھر یونسؑ کا۔

فی النزول علی سورۃ یونسؑ۔

ربط کلام | کلام بلیغ کا ہر فقرہ مربوط ہونا چاہیئے آیت لاحقہ میں کفار کے عجز اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی توثیق کے ساتھ ہی لا الٰہ الا ہو بالکل بے ربط نظر آتا ہے۔

فرمایا: پوری آیت پڑھو:۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ	اس پر بھی کفار اگر تمہاری بات نہ مانیں تو جان لو کہ قرآن
بِعِلْمِ اللّٰہِ وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَھَلْ اَنْتُمْ	حقیقت میں اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ بھی جانے رہو
مُّسْلِمُوْنَ۔	کہ بجز اس کے اور کوئی معبود نہیں لہٰذا کیا تم اسے تسلیم کرتے ہو؟

یہ شبہ پہلے بھی پیدا ہو چکا تھا کہ ای تعلق لقولہ وان لا الٰہ الا ھو بعجزھم عن المعارضۃ

حقیقت حال یہ ہے۔

انہ تعالیٰ لما امر محمدا صلی اللہ علیہ وسلم	اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار
حتی یطلب من الکفار ان یستعینوا	یہ کہنے کا حکم دیا کہ قرآن کریم کا مقابلہ کرنا ہے تو اپنے
بالاصنام فی تحقیق المعارضۃ ثم ظھر	بتوں سے مدد مانگو تو یہ بات آخر کھل گئی کہ بت ان کو مدد

عجزهم عنها فحینئذٍ ظهر انها لا تنفع ولا تضر فی شیٔ من المطالب البتة ومتی کان کذالك فقد بطل القول باثبات کونهم الهةً فصارَ عجز القومِ عن المعارضة بعد الاستعانة بالاصنام مبطلًا لالهیة الاصنام و دلیلًا علیٰ ثبوت نبوة محمد صلی الله علیه وسلم فکان قوله وان لا اله الا هو اشارة الی ما ظهر من فساد القول بالهیة الاصنام

نہیں دے سکتے اسی وقت یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کسی بات میں بھی بت کسی کو نفع و ضرر نہیں پہونچا سکتے' جب یہ صورت ہوئی تو بتوں کے معبود ہونے کا عقیدہ بھی باطل ہوگیا اور اس کا کوئی ثبوت نہیں رہا' ۔ ان لوگو نے بتوں سے مدد بھی مانگی اور پھر بھی قرآن کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے' ۔ اس سے ایک طرف تو یہ ثابت ہوا کہ بت معبود نہیں ورنہ اپنے پوجاریوں کو مدد دیتے دوسری طرف یہ ثبوت ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیِّ برحق ہیں لہذا اس مقام پر لا الہ الا ہو کہنے میں عقیدۂ الوہیت اصنام کے فاسد ہونے اور اس کی خرابی کے نمایاں ہو جانے کی جانب اشارہ تھا